قسط ۲

مصباح توحید

مولانا سیف الرحمٰن صاحب الفلاح

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جو کچھ کہا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

قال اغیر اللہ ابغیکم الٰھا وھو فضلکم علی العالمین[۱]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ناراض ہو کر فرمایا بتلاؤ کیا اللہ کو چھوڑ کر تمہارے لیے کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ وہ ایسی ذات ہے جس نے تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دے رکھی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم[۲]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ میرا اور تمہارا پروردگار یقیناً اللہ ہے بس تم اس کی عبادت کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے حکم صادر فرمایا کہ میرے بندوں میں یہ تبلیغ کرو۔

یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون[۳]۔

لوگو! تم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ہے تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔

الغرض تمام انبیاء اس لیے بھیجے گئے تاکہ لوگوں کو توحید الوہیت سے متعارف کرائیں اور ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دیں اور بتوں اور طاغوت کی عبادت سے روکیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت[۴]

ہم نے ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رسول ضرور بھیجا ہے جس نے ان کو تبلیغ کی کہ صرف اللہ کی عبادت کرو

---

[۱] سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۴۰۔

[۲] سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۱۔

[۳] سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۱۔

[۴] طاغوت کا لفظ طغیان سے مشتق ہے۔ اس کا مطلب حد سے تجاوز کرنا ہے۔ یہ شیطان اور کاہن کے لیے بھی استعمال ہوتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲ پر)

ہے اور اللہ کے ماسوا جس کی عبادت کی جائے اس کے لیے بھی طاغوت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے اس کی جامع تعریف یوں کی ہے کہ

طاغوت سے مراد ہر وہ شے ہے جس میں انسان حد سے تجاوز کر جائے خواہ وہ معبود ہو یا اس کا تابع ہو یا اس کی اطاعت کرے۔ ہر قوم کا طاغوت وہ ہے، اللہ کو چھوڑ کر جس کے پاس فیصلے لے کر جاتے ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے ماسوا ہوتے ہیں یا اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں۔ یا بغیر سوچ بچار کے ان کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔ یا ایسے امور میں ان کی اطاعت کرتے ہیں جن کے متعلق انہیں یہ علم نہیں ہوتا کہ یہ درحقیقت اللہ کی عبادت ہے۔

جب آپ اس تعریف پر غور و فکر کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ غیر شرعی قانون کی حکومت طاغوت ہے اور اس قانون کا حاکم بھی طاغوت ہے کیونکہ ایسا شخص دمنعی شریعت کے قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ جو کتاب و سنت اور اجماع امت کے برخلاف ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے متعدد مقامات پر فرمایا ہے کہ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ اور جب آپس میں کوئی نزاع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانا چاہیے۔ جب کہ اللہ نے فرمایا۔

ان الحکم الا للّٰہ ۔ حکم صرف اللہ کا ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

وَمن احسن من اللّٰہ حکما لقوم یوقنون (سورۃ مائدہ آیت نمبر ۵۰)

اللہ پر یقین رکھنے والی قوم کے لیے اللہ کے حکم سے بہتر کس کا حکم ہو سکتا ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔

فلا وربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت وَیسلموا تسلیماً (نساء ع۹)

بخدا یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک اپنے جھگڑے اور نزاع کا فیصلہ آپ سے نہیں کروالتے پھر آپ کے فیصلے پر تکلیف محسوس نہ کریں اور اسے بصد خوشی تسلیم کریں۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہے۔

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللّٰہ وَالی الرسول ان کنتم تومنون با للّٰہ والیوم الآخر ذالك خیر واحسن تاویلا (سورۃ نساء ع)

اگر کسی معاملہ میں تمہارا آپس میں نزاع پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول سے کراؤ۔ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو یہ بات تمہارے لیے بہت اچھی ہے۔ اور اس کا انجام بھی اچھا ہو گا۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد ربانی ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳ پر

اور شیطان کی عبادت سے گریز کرو۔

آپ نے ہر رسول کی دعوت جو اپنی قوم کے لیے لے کر آیا سن لی۔ سب نے اپنی اپنی قوم کے کانوں میں سب سے پہلے آواز یہ پہنچائی کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں۔

عبادت کی تفسیر

عبادت کے لغوی معنی عاجزی اور خضوع کا اظہار ہے۔ چنانچہ ایسے راستہ کو جہاں پر لوگوں کی کثرت سے آمدورفت ہو، "طریق معبد" کہتے ہیں شریعت میں عبادت کے معنی اللہ کی اطاعت کرنا ہے۔ جب کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ۔

عبادت سے مراد اللہ کی اطاعت کرنا ہے یعنی جس بات کا اللہ نے اپنے پیغمبروں کو حکم فرمایا ہے اس کی تعمیل کرنا ہے۔'

نیز کہتے ہیں کہ عبادت ایک ایسا جامع اسم ہے جو ہر اس ظاہری اور باطنی قول و فعل پر حاوی ہے جن کو اللہ پسند کرتا ہے۔ اور جن کے کرنے سے وہ راضی ہوتا ہے۔ تو ہر مسلمان کو چاہیے کہ ہر قسم کی عبادت اللہ کے لیے خاص کرے اور اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہ بنائے اور اس کام کو جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قولی اور فعلی طور پر مسنون قرار دیا ہے اسے کرے۔

عبادت کا اطلاق

آپ اس بات کو خوب ذہن نشین کرلیں کہ عبادت کا اطلاق صرف نماز پر نہیں ہوتا بلکہ طواف، حج، روزہ، نذر، اعتکاف، ذبح، سجود، رکوع، خوف، ڈر، شوق، خشیت، توکل، استغفار اور امید وغیرہ سب پر مشتمل ہے۔ یہ وہ امور ہیں جن کو اللہ نے قرآن مجید میں مشروع قرار دیا ہے۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور فعل سے ان کو مشروع قرار دیا ہے جو شخص ان امور میں سے کوئی ایک غیر اللہ کے لیے کرتا ہے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے کا ارشاد ہے

ومن یدع مع اللہ الٰھا آخر لا برھان لہ بہ فانما حسابہ عند ربہ انہ لا یفلح الکافرون[1]

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اللہ لے گا۔ یہ یقینی بات ہے کہ کافر لوگ کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

(بقیہ حاشیہ صـ۲ سے آگے) ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك ھم الکافرون (مائدہ ع۷)
یعنی جو شخص اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو ایسے لوگ کافر ہیں۔
ایک آیت میں ایسے لوگوں کو ظالم اور ایک اور آیت میں فاسق قرار دیا گیا ہے۔

[1] سورۃ مومنون آیت نمبر ۱۱۷۔

نیز فرمایا:۔

وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً[1]۔

مسجدیں اللہ کی عبادت کے لیے ہیں۔ ان میں اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔

یہاں یہ لفظ "احد" نکرہ استعمال ہوا ہے۔ نہی کے سیاق میں ہے۔ ہاں ہاں اس میں تمام مخلوق کی نہی ثابت ہوتی ہے۔ خواہ وہ رسول ہو یا فرشتہ یا اور کوئی صالح ترین ہستی۔

سب سے پہلے شرک کا ظہور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو آپ اس بات کو بھی جان لیں کہ سب سے پہلے قوم نوح میں شرک کی بیماری کا ظہور ہوا۔ جب اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو وہ اپنی قوم کو یہ دعوت دینے لگے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت مت کرو لیکن وہ لوگ ضد بازی میں آکر شرک پہ اڑے رہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی مخالفت پر کمربستہ ہوگئے۔ ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ ان کی تکذیب کی اور آپس میں کہنے لگے جب کہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔

لا تذرون آلھتکم ولا تذرن وداً ولا سواعاً ولا یغوث ویعوق ونسراً[2]

تم (حضرت نوح علیہ السلام کی باتیں سن کر) اپنے معبودوں کو مت چھوڑنا۔ خاص طور پر ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی عبادت کرنے سے باز مت آنا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

یہ قوم نوح علیہ السلام میں کچھ نیک لوگوں کے نام ہیں۔ جب وہ اللہ کو پیارے ہوگئے تو شیطان نے ان کی قوم کے ذہن میں یہ بات ڈال دی کہ جہاں پر یہ بیٹھا کرتے تھے وہاں پر انصاب[3] گاڑ دو۔ یعنی ان کی تصویریں اور بت بنا کر وہاں رکھو اور ان کے نام بھی وہی رکھو جو ان کے بزرگوں کے تھے۔ چنانچہ لوگوں نے ان کے بت اور تصویریں بنا کر رکھ دیں۔ چونکہ اس وقت لوگوں کو ان کی وفات کا علم تھا اس لیے ان بتوں اور تصویروں کے سامنے کسی نے سر نہ جھکایا اور نہ کوئی ایسا مشرکانہ کام کیا لیکن جب یہ لوگ فوت ہو گئے اور ان کے ابناؤ احفاد جوان ہوئے تو وہ ان کی پوجا کرنے لگے۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اکثر سلف صالحین بیان کرتے ہیں کہ جب وہ فوت ہو گئے تو لوگ ان

---

[1] سورۂ جن آیت نمبر ۱۸۔

[2] سورۂ نوح آیت نمبر ۲۳۔

[3] انصاب نصب کی جمع ہے اس کے معنے گاڑی ہوئی شے۔ جیسے غرض کے معنے گاڑنا ہے یہاں پر انصاف سے مراد وہ تصویریں ہیں اور بت ہیں جو قوم نوح بنا کر ان کی مجلسوں میں گاڑی تھی۔

کی قبروں کے مجاور بن گئے۔ اور ان کے بُت، تصویریں اور مجسمے بنائے۔ پھر کچھ وقت گزر جانے کے بعد ان کی عبادت کرنے لگے۔

شرک کا اصل سبب اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے۔ کہ بزرگوں اور صالحین کی محبت میں غلو کرنا شرک کا موجب ہے۔ غلو کے معنی بزرگوں کی تعظیم کرنے میں اپنے قول و فعل میں مبالغہ سے کام لینا ہے۔ بنا بریں اللہ تعالٰے نے اہل کتاب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا

یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ[1]

اے اہلِ کتاب تم اپنے دین میں مبالغہ آمیزی سے کام مت لو اور اللہ کے متعلق صحیح صحیح بات کہو حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔

یعنی ان کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ مت کرو اللہ نے ان کا جو مرتبہ بنایا ہے اس سے اونچا مت کرو۔ تم ان کو اس مرتبے تک مت پہنچاؤ جو صرف اللہ کی ذات کے لائق ہے۔ اگرچہ یہ خطاب اہل کتاب کو ہے۔ لیکن اس میں تمام اُمتیں شامل ہیں۔ ان کو ڈرایا گیا کہ وہ اپنے نبی کے ساتھ ایسا برتاؤ مت کریں جیسا کہ انصاری نے حضرت عیسیٰ سے اور یہود نے حضرت عزیر سے کیا اسی لیے ایک حدیث میں آیا ہے جو حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا تطروني كما اطرت النصارىٰ عيسى ابن مريم انما انا عبد فقولوا عبد اللہ ورسولہ

تم میری تعظیم میں مبالغہ مت کرنا جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی تعریف اور تعظیم میں مبالغہ سے کام لیا۔ میں تو بندہ ہوں بس مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول مانو۔

یعنی میری تعریف کرتے ہوئے حد سے تجاوز مت کرو۔ مجھے اس مرتبہ پر رکھو جو اللہ نے میرے لیے بنایا ہے نہ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ کیا اور ان کے خدائی کے درجہ تک پہنچا دیا۔ میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میری صفت یوں بیان کرو جیسی کہ میرے پروردگار نے میری صفت بیان کی ہے۔ لیکن جاہل عوام آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ اور جس کام سے آپ نے منع فرمایا۔ اسی کا ارتکاب کیا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی شدید ترین مخالفت کی اور آپ کی تعظیم و توقیر میں غلو کرنے اور آپ کو اللہ کا شریک بنانے میں نصاریٰ کے قدم بقدم چلے۔ قبروں پر گنبد اور روضے تعمیر کئے۔ اللہ کے نیک بندوں کی قبروں کے پاس مسجدیں بنا دیں اور وہاں پر نماز پڑھنے لگے

[1] سورۂ نساء آیت نمبر ۱۷۱۔

اگرچہ وہاں پر وہ نماز پڑھتے تھے تاہم ان کا ارادہ وہاں پر قبروں میں مدفون لوگوں کی تعظیم تھا۔ ان کی قبروں کا طواف کرنے لگے اور مصائب کو رفع کرنے اور قضائے حاجات کی خاطر ان سے استغاثہ اور فریاد رسی کرنے لگے۔ نیز یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ کے نیک بندوں کی قبروں کے پاس نماز پڑھنا دیگر مساجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

ایک حدیث حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ

لما نزل[1] برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طفق[2] یطرح خمیصۃ[3] لہ علی وجہہ فاذا اغتم بہا کشفہا[4] فقال وھو کذالک لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد یحذر[5] ما صنعوا۔ ولولا ذالک ابرز قبرہ غیر انہ خشی ان یتخذ مسجدا ۔ (اخرجہ الشیخان)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عزرائیلؑ حاضر ہوئے تو آپ نے اپنی چادر اپنے منہ پر اوڑھ لی۔ پھر آپ نے سانس کی گھٹن محسوس کی اور اپنے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹا دیا۔ اور فرمایا۔ یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو کچھ یہود و نصاریٰ کرتے تھے۔ آپ نے اس سے اپنی امت

۱؎ نزل۔ بضمہ نون و کسرہ زا۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ملک الموت حاضر ہوا۔

۲؎ طفق۔ فاء پر کسرہ اور فتحہ دونوں طرح جائز ہے لیکن کسرہ زیادہ فصیح ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ذکر آتا ہے وطفقا یخصفان من ورق الجنۃ یعنی حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ دونوں درختوں کے پتوں سے اپنے جسم کو ڈھانپنے لگے۔

۳؎ خمیصۃ۔ بفتحہ خاء۔ ایسی چادر کو کہتے ہیں جس پر کچھ بیل بوٹے ہوں۔

۴؎ اذا اغتم بہا کشفہا۔ یعنی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سانس میں گھٹن محسوس کی تو اپنے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹا دیا۔

۵؎ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر بعینہ لعنت فرمائی ہے۔ یعنی انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانے پر لعنت فرمائی ہے۔ یہود اور نصاریٰ نے ان کی قبروں پر گرجے تعمیر کئے اور ان میں اللہ کو سجدہ کرتے تھے۔ خواہ وہ ان کو مسجد کے نام سے موسوم نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اعتبار اسم کا نہیں ہوتا بلکہ مسمیٰ کا ہوتا ہے۔ بعینہ اس کی مثل انبیاء اور صلحاء کی قبروں پر مساجد اور گنبد کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ وہ مساجد ہیں جو اپنے بنانے والے کو ملعون قرار دیتی ہیں۔ خواہ اس کو بنانے والا ان کو مساجد کے نام سے موسوم نہ کرے۔ اس سے اس شخص کی بات کی تردید ہوتی ہے جو علماء اور صلحاء کی قبروں پر گنبد بنانے کو جائز سمجھتے ہے۔ تاکہ ان کی دیگر لوگوں سے تمیز ہو جائے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی پر لعنت فرمائی ہے جو انبیاء کی قبروں پر مسجدیں بناتا ہے۔ تو جو شخص ان کے علاوہ دیگر اہل قبور کی قبروں پر مسجدیں بناتا ہے اس کا کیا حکم ہوگا۔؟ (از تفسیر العزیز الحمید)

کو ڈرایا۔ اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح آپ کو الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیں گے تو آپ کی قبر مبارک حجرہ سے باہر ہوتی۔ لیکن ڈر تھا کہ مبادا سجدہ گاہ بن جائے۔ ان لوگوں نے شعر و شاعری اور نثر کلام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ ان کا شمار ناممکن ہے حتیٰ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صلحائے امت سے ہر اس کام میں استغاثہ اور فریاد رسی کو جائز قرار دیا جس کام میں اللہ سے استغاثہ کیا جاتا ہے۔ ان کے سامنے فریاد رسی کی درخواست کی جاتی ہے۔ ان کو عالم الغیب تصور کیا جاتا ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس قدر غلو سے کام لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہدیا کہ آپ کو ماضی کے ہر واقعہ اور ہر بات کا علم تھا۔ اسی طرح آئندہ کے واقعات جو قیامت تک رونما ہونے والے ہیں آپ ان سے بھی باخبر تھے۔ لیکن یہ عقیدہ قرآن پاک کے صریحاً منافی ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں مذکور ہے

عندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو[1]

علم غیب کی چابیاں اللہ کے پاس ہیں۔ اللہ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں۔ ایک اور مقام پر ارشادِ خداوندی ہے۔

ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر[2]

قیامت کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ وہی بارش نازل کرتا ہے۔ اور جو کچھ ماں کے رحم میں ہے یعنی لڑکا یا لڑکی، اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے۔ کسی کو یہ علم نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا۔ اور اسے کہاں موت واقع ہوگی۔ بس ان باتوں کو اللہ ہی جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

ایک اور مقام پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی تردید کرنے کی اللہ نے یوں حکایت بیان فرمائی۔

ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء[3]

اگر مجھے علم غیب ہوتا تو میں بے شمار بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف اور برائی نہ پہنچتی۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

---

[1] سورۂ انعام آیت نمبر ۵۹۔

[2] سورۂ لقمان آیت نمبر ۳۴۔

[3] سورۂ اعراف آیت نمبر ۱۸۸۔

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ[1]

آپ لوگوں کو بتلا دیں کہ اللہ کے ماسوا زمین آسمان میں کوئی غیب دان نہیں ہے۔

اس سے آپ کو بخوبی علم ہو گیا کہ شرک کے معرض وجود میں آنے کا سب سے بڑا سبب صلحائے امت کی تعظیم و تکریم میں غلو اور مبالغہ ہے۔ اوّل سے آخر تک تمام انبیاء نے یہی دعوت دی کہ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ انہوں نے اس امر پر زور نہیں دیا کہ تم اللہ کو اپنا خالق و رازق تسلیم کرو کیونکہ وہ ان امور کو تسلیم کرتے تھے۔ جب کہ ہم اس بات کو متعدد مرتبہ ثابت کر چکے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے نبی سے کہتے تھے۔

أجئتنا لنعبد اللہ وحدہ ونذر ما کان یعبد آباؤنا[2]

کیا آپ ہمارے پاس یہ مشن لے کر آئے ہیں کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور جن کی ہمارے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں۔

یعنی صرف اللہ کی عبادت کریں اور دیگر معبودوں کی عبادت سے باز آ جائیں۔

---

[1] سورۃ نمل آیت نمبر ۶۵۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علم غیب اللہ کا خاصہ ہے۔ اس کے سوا کسی کو علم نہیں چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان تھے اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔ باقی رہی یہ آیت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ غیب کی خبریں بتائی ہیں تو جس بات کی آپ کو وحی کے ذریعے خبر ہو جاتی تھی۔ وہ اپنی امت کو بتلا دیتے تھے۔ ورنہ آپ کی زندگی کے بے شمار ایسے واقعات ہیں جن کا آپ کو پہلے علم نہیں تھا۔

[2] سورۂ اعراف آیت نمبر ۷۔